کنول رامی

کیچھادیپ

پل صراط کی مصنفہ، سبیدہ مظہر عروج کی صاحبزادی
کنول رامی کی اپنے "اسرار چچا" کے ساتھ باتیں

ایک منفرد شاعرہ، فرض شناس بیوی، محبت کرنے والی ماں اور قابلِ قدر ادیبہ کے بارے میں ابنِ صفی کے گراں قدر تاثرات

www.wadi-e-urdu.com

اتنی عجیب بات ہے جب کوئی اس دارِ فانی کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے تو ہم سب نہ صرف یہ کہ اس کی قدر کرتے ہیں بلکہ اس کے بارے میں صفحے کے صفحے سیاہ کر دیتے ہیں اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ہوتا ہمیشہ یہی ہے کہ جانے والے کی ہر بات یادگار رہ جاتی ہے اور وہ مذاقاً بھی کسی بات سے انکار کرتا ہے یا بضد رہتا ہے تو اس بات کو بڑی حسرت سے یاد کیا جاتا ہے ایسا ہی کچھ شاید میرے ساتھ ہوا شاید یا بلکہ یقیناً کہ دنیا جن کو ابنِ صفی کے نام سے جانتی ہے۔ میں انھیں اسرار چچا کی حیثیت سے جانتی ہوں جب ہم نے ہوش سنبھالا تو اسرار چچا کو اپنے یہاں آتے جاتے دیکھا بلکہ جب ہمارے گھر کی آبادی گھٹتے گھٹتے ویرانی میں بدلی اور ابو (حسن محمود عروج) کے بعد امی (سعیدہ عروج مظہر) بھی اس دنیا کو چھوڑ کے ہم سے جدا ہوئیں تو چچا نے وہ سارے زخمی دور بڑے دکھی دل سے دیکھے اور اکثر صرف آہ بھر کے افسوس کرتے رہ جاتے امی کے انتقال کے بعد کیونکہ میری شادی ہو چکی تھی اس لیے ملنا جلنا ذرا کم ہی ہوتا لیکن پھر ایسا ہوا کہ اکثر ہمیں موقع ملا اور چچا کی یاد نے آگھیرا تو ان سے ملنے چلے گئے اور پھر یوں بھی ہوا کہ کافی عرصے نہ جا سکے۔ ایک دن اتفاقاً کسی سے ذکر ہوا تو پتہ چلا کہ چچا کافی شدید بیمار ہیں اور پھر ایک دن اخبار میں ان کی بیماری کی خبر چھپی یہ ان دنوں کی بات ہے جب امی کی دوسری برسی جو مارچ میں ہوتی ہے اس کے سلسلے میں ایک تعزیتی جلسے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ کچھ لوگ میرے پاس امی سے متعلق تحریریں جمع کرنے آئے تو نہ جانے کس طرح اسرار چچا کا خیال ذہن میں در آیا۔ میں نے ان کا نام بھی دے دیا اور سوچا کہ اس طرح ان کی خبر گیری بھی ہو جائے گی اور میں ان سے ایک انٹرویو کر لوں گی لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کی زندگی کا آخری انٹرویو ہوگا۔ شام کا اندھیرا کافی گہرا ہو چکا تھا۔ جب میں ان کے گھر پہنچی حسبِ عادت اندر گھر میں گھستی چلی گئی۔ سناٹا دیکھ کر عجیب سی حالت ہوئی مگر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ گیلری سے سیدھے ہاتھ کے کمرے میں ایک بزرگ بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے چچی سے پوچھا۔ "چچا ہیں" بولیں "ابھی آ رہے ہیں" اور اتفاق سے میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ چچا کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس لیے میں ان ضعیف سے صاحب کو ان کا والد سمجھی۔ ابھی میں ٹھیک سے بیٹھی ہی تھی کہ دبلے سے کمزور کافی سنولایا ہوا رنگ، سر کے بال ایک دم سفید اور سر پر سفید ٹوپی رکھے کوئی صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ غور سے دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ یہ اسرار چچا تھے۔ "اللہ چچا آپ کس قدر کمزور ہو گئے ہیں" بے ساختہ میرے لبوں سے نکلا تو مسکرا دیے، دھیمی سی مسکراہٹ۔ "ہاں دراصل میری حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ خون وغیرہ چڑھایا گیا۔ اب تو کافی بہتر دیکھ رہی ہو" چچا بڑے آہستہ آہستہ بولتے رہے اور میں کافی دیر تک ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہی پھر میں نے ان کو بتایا کہ امی کی برسی منائی جا رہی ہے اس سلسلے میں ایک سوئینیئر نکلنا ہے۔ بڑے خوش ہوئے کہنے لگے "چلو اچھا ہے

کچھ تو ہوا بھئی ان کا تو بڑا حق ہے ہم ویسے تم لوگ مجموعے چھاپنے کی کوشش کرو۔"

"جی ہاں ہماری بھی یہی کوشش ہے ویسے آگے اللہ مالک ہے۔" میں نے بتایا۔ "دراصل چچا میں اس لیے آئی تھی کہ آپ سے کچھ لکھواؤں۔۔۔"

"ارے لکھنا کہاں بیٹا اب تو میں کافی عرصے سے لکھ ہی نہیں پا رہا ہوں۔" وہ ایک دم دکھی ہو گئے تو میں گھبرا کے وضاحت کرنے لگی۔

"نہیں چچا دراصل میرا مطلب یہ تھا کہ میں آپ سے انٹرویو کی طرح سوالات کرتی جاؤں گی آپ مجھے جواب لکھوا دیجیے۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" وہ بولے۔

سوال: آپ امّی کو کب سے جانتے ہیں؟

چچا: یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ کافی شام ہو چکی تھی اور میں عبدالغفار صاحب جو کہ معراج رسول کے والد تھے ان کے دفتر اُردو کتاب گھر، یہ دفتر مولوی مسافر خانہ پر تھا میں نے انھیں عمران سیریز کی سول ایجنسی دے رکھی تھی میں وہاں پہنچا تو ایک کتاب پر نظر پڑی۔ اس کتاب کا نام "پُل صراط" تھا میں مصنفہ کے نام سے واقف تھا چنانچہ میں نے غفار صاحب سے مصنفہ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا ان مصنفہ کے شوہر یہاں آتے رہتے ہیں میں ان سے آپ کو ملواؤں گا اکثر شام ہی کو آتے ہیں بلکہ آ ہی رہے ہوں گے۔ اور وہ آ گئے جب بات چیت ہوئی نام کا علم ہوا تو کیونکہ حسن محمود عروج کا نام میں سائیکولوجی کے ادارے میں دیکھ چکا تھا۔ ملنے کا پہلا اتفاق تھا مگر وہ ہاتھ ملانے کے بجائے بڑے پُرجوش انداز سے بغل گیر ہو گئے پھر بولے "آج آپ میرے گھر چلیں گے۔" میں نے پوچھا آپ کی رہائش کہاں ہے؟ بولے "لیاقت آباد میں۔" میں نے کہا میرا قیام بھی وہیں ہے۔ بس یہی پہلی ملاقات تھی۔" وہ لمحہ بھر کو تفصیل بتا کر ٹھہر گئے تو میں نے بات آگے بڑھائی۔

سوال: آپ کی پہلی ملاقات تو ابو سے ہوئی مگر بحیثیت دوست کی بیوی کے امّی کا سلوک کیسا رہا؟

چچا: بس اس کے بعد ہم گھر گئے یہیں بھابی سے پہلی ملاقات ہوئی پھر اکثر و بیشتر وہاں جاتا رہتا، مشاعروں اور گھریلو نشستوں میں بطیر پروگرام بنائے ہم ملتے رہتے گھنٹوں بحث و مباحثے کا سلسلہ جاری رہتا۔ ذہنی ہم آہنگی کچھ اتنی

زیادہ ہو گئی کہ مجھے بھی زیادہ سکون بھابی کے گھر میں ملتا اور بھابی! وہ بھی لگتا تھا کہ تھوڑے عرصے کی ملاقات نہیں بلکہ بڑی پرانی مدت سے مجھے جانتی ہیں۔

سوال: امّی کی نثری تحریروں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

چچا: بھابی کی۔۔۔ ناولیں، افسانے اور مضامین جو تنقیدی بھی لکھتی تھیں، میں نے پڑھے اور ان کا انداز جُدا پایا خصوصاً انگریزی ادب میں ADAPTATION جس طرح انھوں نے کیے ہیں اور خصوصاً ان کی ناول "شیریں" کو جو انھوں نے مشرقی روپ دیا بلکہ ان کی ہر ناول میں یہ خوبی ہے کہ وہ منفرد قسم کا ADAPTATION ہے جو اب نایاب ہے۔

سوال: امّی جو کہ نوکری پیشہ خاتون تھیں اور تدریس جیسے مقدس شعبے سے وابستہ تھیں تو اس کا اثر ان کی گھریلو زندگی پر کیسا تھا جو آپ نے محسوس کیا ہو؟

چچا: نوکری پیشہ ہونے کے باوجود اور پڑھانے جیسا مشکل کام جس میں ذہنی محنت کافی ہو جاتی ہے، وہ کوشش کرتی

تھیں... اپنے گھر کو وقت دیں اور عروج بھائی کا خیال رکھیں... چنانچہ جو وقت ملتا وہ پوری توجہ دیتیں بلکہ اسی وقت میں سے اپنے شوق یعنی قلم کو بھی وقت دیتیں۔

ایک سوال میرے ذہن میں بالکل اچانک ہی آیا کہ ایک نیا سلسلہ چچا نے جاسوسی ادب ہی کے سلسلے میں رکھا تھا چنانچہ میں نے ان سے تفصیل چاہی۔

سوال: چچا امّی کی معاشرتی شاعری اور ادبی حیثیت سے قطع نظر آپ لوگوں نے وادی شکرال وغیرہ پر بھی لکھا تھا وہ کیا سلسلہ تھا؟

چچا: دراصل قصہ یہ تھا کہ ہماری شروع میں جب ملاقاتیں ہوئیں تو مجھے اندازہ ہوا کہ بھابی میں جاسوسی ادب کے متعلق بھی صلاحیت ہے چنانچہ میرے ذہن میں ایک خیال تھا کہ شکرال ایک وادی ہے اور اُس کا نقشہ میں نے بنایا ہوا تھا اور وہاں یعنی شکرال کے لوگوں کا مزاج اور رہن سہن اپنا بنایا ہوا قانون تھا اور یہ میری تخلیق کی ہوئی وادی تھی جس کا نام میں نے شکرال رکھا تھا۔ میں نے ان کی رسموں، اصول اور قواعد بتانے کے اور بھابی سے کہا کہ میں "شکرال" کی اس وادی پر اُن سے کہانیاں لکھوانا چاہتا ہوں اور وہ مان گئیں اور پھر انھوں نے شکرال کے خیال کو اس طرح قلم بند کیا کہ مجھے آگے کبھی وضاحت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بھابی نے اس خیال اور قلم سے پورا پورا انصاف کیا اور بھرپور طریقے سے لکھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ان کا تبادلہ گجرات ہو گیا مگر وہ وہاں سے بھی لکھ کے بھیجتی رہیں لیکن پھر اچانک بعد میں اُن کی طبیعت کی خرابی کی بناء پر ہمیں یہ سلسلہ بند کرنا پڑا۔ تو یہ بات اس میں قابلِ توجہ ہے کہ شکرال کا سلسلہ انھوں نے سلمیٰ کمال کے نام سے تحریر کیا۔ اس وضاحت سے میری الجھن دُور ہو گئی تھی۔

سوال: ان کی شاعری کے بارے میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کی شاعری کرتی تھیں؟

چچا: ان کی شاعری کی جو بڑی خصوصیت میری نظر میں ہے، وہ یہ ہے کہ وہ خالصتاً عورت کی شاعری محسوس ہوتی ہے جس میں نسائیت کا احساس ہوتا ہے اپنے اشعار میں وہ بڑے نازک احساسات کو چھوتی تھیں اور ان کا بیان بڑا خوبصورت ہوتا تھا۔ اپنے شاعرانہ انداز میں ہندی کے گیت بڑے عمدہ اور فارسی کی شاعری بھی ایک خاص طریقے سے کرتی تھیں اور الفاظ کا چناؤ اور استعمال بڑے حسین انداز میں کرتی تھیں۔ دوسرے اگر ان کی شاعری کو مردوں کی شاعری کے ساتھ رکھا جائے تو بھابی کی شاعری نسائیت کے اظہار کی بناء پر پہچانی جائے گی جو بڑی بات ہے اور آج کل مشکل ہی سے نظر آتی ہے۔

سوال: ان کی شاعری میں آپ کو سب سے زیادہ کون سی غزل پسند ہے؟

چچا: یوں تو بھابی کی ساری ہی غزلیں، گیت، نظمیں عمدہ اور لاجواب ہیں مگر مجھے ان کی دو غزلیں خاص طور پر پسند ہیں۔

ع دل کی دھڑکنیں تو بہ جانِ ناتواں تو بہ!
وعدہ آپ کا ہے آپ کی زباں تو بہ!

ع کج مج راہیں جوں پگ ڈنڈی پھیلے جال خیالوں کے
زلف کے بل زنجیر کی کڑیاں جیسے جواب سوالوں کے

دوسری غزل مجھے اس لیے خاص طور پر پسند ہے کہ اس میں مجھے ہندی الفاظ اور اردو الفاظ کا بڑا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

سوال: ابتو جب ۱۹۶۲ء میں نروس بریک ڈاؤن ہونے کے بعد بے کار ہو گئے تھے تو آپ نے امّی کے مزاج میں کسی قسم کی تبدیلی دیکھی تھی؟

چچا: بھابی کی زندگی میں واقعی یہ ایک زبردست موڑ آیا تھا اور یہ صرف عروج بھائی کے بے کار ہو جانے سے آیا تھا لیکن انھوں نے اس بات کو کبھی تذکرۃً بھی اہمیت نہیں دی اور اگر میں کبھی کہتا بھی تو کہتی تھیں "اسرار بھائی میں تو گھر سے دُور رہتی ہوں اگر عروج صاحب بھی باہر رہیں تو پھر یہ تو ٹھہرے بے باک اور نڈر انسان کسی بڑے عہدے دار کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تو پھر یہ نوکری کیسے کر سکیں گے" وہ عروج بھائی کی بڑی عزت کرتی تھیں اور اسی احترام کرنے کی وجہ سے ان میں ایک اور بھی بڑی خوبی موجود تھی کہ کبھی عروج بھائی کی بات سے اپنی بات اونچی رکھنے کی کوشش نہیں کرتی تھیں بلکہ اگر عروج بھائی سے کوئی لغزش ہو بھی جاتی تو بڑی خوبصورتی سے کنی کترا جاتی تھیں حالانکہ آج کل جو خواتین۔ ویسے یہ حتمی فیصلہ نہیں کر رہا مگر واقعی جو خواتین ذرا پڑھ لکھ جاتی ہیں وہ بات پکڑنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن بھابی میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اور وہ حقیقتاً وفا شعار بیوی تھیں۔

سوال: اب آج کل کی خواتین جس طرح کی شاعری کر رہی ہیں... اگر ان کا شاعرانہ موازنہ امّی کی شاعری سے کریں تو کیا آپ دیکھتے ہیں کہ اسی طرح کے رجحانات ہیں؟

چچا: پاکستان بننے کے بعد... بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہے کہ بھابی کی شاعری جیسی شاعری کرنے والی خواتین بڑے عرصے تک نظر نہیں آئیں۔ بھابی تو ویسے بھی کچھ سیاست کی اور کچھ حالات کی شکار ہو گئیں اور ان کا مجموعہ نہیں آسکا ورنہ ان کی شاعری کی انفرادیت لوگوں کو نظر آجاتی مگر اب کچھ عرصے پہلے میں نے محسوس کیا کہ ان سے ملتی جلتی شاعری اور ایسی شاعری کہ اگر مردوں کی شاعری کے ساتھ رکھا جائے تو فرق نظر آجائے۔ پروین شاکر کی شاعری میں ملتا ہے۔ پروین شاکر کی شاعری میں نسائیت کا احساس، نزاکت خوبصورت جذبہ اور ہلکے پھلکے نسوانی خیالات مل جاتے ہیں جو دوسری خواتین شاعرات میں اُن کا منفرد انداز ہے۔

اب میں محسوس کر رہی تھی کہ چچا کچھ تھک رہے ہیں چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اب آپ آرام سے لیٹ کر میرے آخری سوال کا جواب دیں، اس لیے کہ آپ ابھی کافی کمزور ہیں اور ڈاکٹر نے بھی یقیناً ریسٹ کرنے کو کہا ہوگا۔

"بھئی ریسٹ تو میں کرتا ہی رہتا ہوں تم سوال کرو" مگر ساتھ ہی وہ یہ کہتے ہوئے کچھ دراز بھی ہو گئے اور میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر اپنا آخری سوال کیا۔

سوال: ابّو کے انتقال کے بعد اگر کوئی امّی کے مزاج اور شاعری میں آپ نے تبدیلی دیکھی ہو؟

چچا: ہاں... اور ایک طویل سانس لی۔ عروج بھائی کے انتقال کے بعد سب سے بڑی تبدیلی ان کے مزاج کی اُداسی تھی۔ اس سے پہلے وہ کبھی مایوسانہ باتیں نہیں کرتی تھیں مگر ان کی باتوں سے حد سے زیادہ مایوسی، ناامیدی نظر آتی۔ ایک تو یہ کہ ان کی صحت مستقل خراب رہنے لگی تھی کچھ زندگی سے اُمید اور سہل بنانے میں وہ حد سے زیادہ تھک گئی تھیں چنانچہ کہتیں "اسرار بھائی اب تو صرف زندگی پوری کرنی ہے، جب دانہ پانی اٹھ جائے گا تب ہی سکون ملے گا" میں کہتا نہیں بھابی ایسا نہیں ہے، اب تو آپ کو تمام مسئلے دیکھنے ہیں۔ کہتیں "نہیں اسرار بھائی میرا جتنا فرض تھا پورا کر دیا۔ اب بس دُعا ہے کہ مالک کے پاس سے کب بُلاوا آئے اور ہم چلیں اب تو تھک گئے آرام کرنا چاہتے ہیں"... وہ اچانک دکھ بھری سانسیں لینے لگے شاید وہ اپنے جذبات چھپانے کی کوشش کر رہے تھے پھر کچھ دیر رُکنے کے بعد بولے اور رہا شاعری کا سوال تو اس میں بھی وہ شوخی، وہ مہک ختم ہو گئی اور اس کی جگہ اُداسی نے لے لی۔ چنانچہ بڑی المیہ غزلیں کہنے لگیں اور حقیقتاً عروج بھائی کے انتقال کے بعد تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ہرا بھرا پودا کملا جائے ان میں وہ تازگی اور توانائی نظر نہیں آتی تھی بالکل بجھ کے رہ گئی تھیں۔ بہرحال مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ بھابی ایک مکمل خاتون، بہترین طالبہ، مشفق پروفیسر، منفرد شاعرہ، فرض شناس بیوی، محبت کرنے والی ماں اور قابلِ قدر ادیبہ و مصنفہ تھیں اور اُن پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے اور پھر وہ بڑی خاموشی سے لیٹ گئے اور میں تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلی آئی۔

مگر آج میں یہ لکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اسرار چچا آپ بھی تو ان سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ سنجیدہ ادب میں آپ نے تخلیق کی نئی راہیں کھولیں ہیں، نئی نئی سوچیں دی ہیں، ایسے کردار تخلیق کیے ہیں جو لافانی ہیں جن کی تقلید جانوسی ادب میں لکھنے والے ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ آپ کی شاعری بھی منفرد ہے، آپ کے اشعار بھی تو دل میں اُترتے محسوس ہوتے ہیں۔ میں آپ کو کیسے مرحوم لکھوں۔ کیسے کہوں کہ میرے اتنے عزیز چچا اب اس دنیا میں نہیں ہیں، آپ کی یاد میں بھی اب جلسے ہوں گے۔ مگر آپ نہ ہوں گے لیکن آپ پر لکھنے والے آپ کو یاد رکھنے والے آپ کے بارے میں بتاتے رہیں گے۔ چچا اب آپ تو ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر میری دِلی دعا ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ آپ جنت الفردوس میں آرام سے بیٹھے ہوں گے اور آپ نے اس دنیا کے لوگوں کے ذہنوں پر جو نقوش چھوڑے ہیں وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے مگر میرا ذہن اسی خیال میں رہے گا بقول خفا جلالوی

ع اکثر تنہائی میں بیٹھا سوچتا رہتا ہوں میں خفا
ایسے زندہ دل انساں پھر موت کو کیوں اپناتے ہیں